نئی کتابیں بشمول عقیدت مندانہ تحریریں	۶۵،۶۰۰	۶۶،۵۰۰	۶۷،۴۴۰
مسیحی جرائد	۲۳،۸۰۰	۲۴،۹۰۰	۲۶،۰۰۰
سالانہ نئی کتابیں/ تبشیری مقالات	۱۱،۰۰۰	۱۱،۵۰۰	۱۲،۰۰۰
بائبل کی سالانہ تقسیم	۵،۱۴،۱۰،۰۰۰	۵،۳۲،۶۹،۰۰۰	۵،۵۱،۲۸،۰۰۰
نئے عہد نامہ کی سالانہ تقسیم	۷،۶۸،۶۵،۰۰۰	۸،۰۱،۷۸،۰۰۰	۸،۳۴،۹۲،۰۰۰
مسیحی ریڈیو/ٹیلی وژن اسٹیشن	۲،۱۶۰	۲،۳۴۰	۲،۵۲۰
مسیحی اسٹیشنوں کے ماہانہ سامعین اور ناظرین	۴۵،۱۸،۵۹،۴۰۰	۱،۴۴،۷۶،۵۸،۰۰۰	۱،۵۲،۵۶،۹۶،۰۰۰
جس آبادی تک پیغام عیسائیت نہیں پہنچا	۱،۲۵،۲۵،۵۷،۰۰۰	۱،۲۳،۱۱،۸۳،۰۰۰	۱،۲۰،۹۸،۰۹،۰۰۰
عالمی آبادی میں اس آبادی کا تناسب	٪۲۳٫۶	٪۲۲٫۹	٪۲۲٫۲

۱۰

مشرق وسطیٰ

مسیحی صیہونیت کی پیش رفت

۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو جب اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوا تو بہت سے عیسائیوں کے لیے اس واقعہ سے لوگوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے تعلق کی تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ دنیا کے سیاسی نقشے پر اسرائیل کے ابھرنے سے ایک صدی بلکہ اس سے زائد عرصہ پہلے سے، دُنیا بھر میں منتشر یہودیوں کے یک جا ہونے کا نظریہ گرجا گھروں میں بیان کیا جاتا رہا تھا۔

یہودیوں کی فلسطین میں واپسی اُن تمام کانفرنسوں کا موضوع تھی جو اُنیسویں صدی کے پہلے عشرے میں انگلستان میں منعقد ہوئی تھیں۔ اس نظریے کو جان نیلسن ڈربی نے آگے بڑھایا جو Plymouth Brethren [اخوان پلم متھ] تحریک کا بانی تھا۔ ڈربی کی تعلیمات ۱۸۳۰ء کے عشرے میں کافی مقبول تھیں۔ ان کے مطابق خدا تعالیٰ کی مشیّت دو مختلف قوموں یعنی بنی اسرائیل اور چرچ کے ذریعے دو مختلف مقاصد کے لیے کارفرما رہتی ہے۔ جان نیلسن ڈربی کے مطابق عہدِ سعادت

کے برپا ہونے سے پہلے یہودیوں کی وطن واپسی پیغمبرانہ پیمانۂ وقت کے مطابق متعین ہے اور اس میں چرچ کے لیے بے پناہ خوشی مضمر ہے۔

عہد سعادت سے پہلے یہودیوں کے یک جا ہونے پر زور دینے والی تحریک کو امریکہ میں اوّلین بین الاقوامی کانفرنس [نیو یارک: اکتوبر ۱۸۷۸ء] سے مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے آٹھ سال بعد دوسری کانفرنس شکاگو میں منعقد ہوئی۔ اپنے دور کے سرکردہ مبلغ، ڈی۔ ایل۔ موڈی نے عہدِ سعادت سے پہلے یہودیوں کی یکجائی کی اُمید کو خوب پھیلایا۔ سکوفیلڈ بائبل (The Scofield Bible) کی اشاعت (۱۹۰۹ء) نے اِس تصوّر کو بطور فرمان الٰہی عوام میں مزید راسخ کیا کہ یہودیوں کے لیے وطن ہونا چاہیے۔

تقریباً اسی دور میں یہودیوں کی یکجائی کے مسیحی تصوّرات سیاست میں دخیل ہوئے۔ ۱۸۹۱ء میں ایک عام میتھوڈسٹ ولیم بلیک سٹون نے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرنے کے لیے صدر بنجمن ہیریسن کے نام ایک یادداشت مرتّب کی تاکہ "بنی اسرائیل کی حالت اور فلسطین کو اُن کی طرف سے اپنا قدیم وطن قرار دینے کے معاملے پر غور و فکر کیا جائے۔" ایسی دستاویز پر جو بعد ازاں "بلیک سٹون یادداشت" کے نام سے معروف ہوئی، چار سو سے زائد یہودی اور مسیحی رہنماؤں نے دستخط کیے تھے۔ دستخط کرنے والوں میں سپریم کورٹ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ایک چیف جسٹس، کانگرس کے کئی ارکان، جان۔ ڈی۔ راک فیلر اور جے۔ پی۔ مورگن جیسے تجارت پیشہ لوگ شامل تھے۔ بلیک سٹون کی کوششیں یہودی صیہونی تھیوڈر ہرزل کی سعی سے بہت پہلے شروع ہو گئی تھیں جس کے اثرات کا ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے قیام میں اہم حصہ تھا۔

مسیحی صیہونیت کا سیاسی اثر و رسوخ اعلان بالفور (۱۹۱۷ء) میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ آرتھر جیمس بالفور نے، جو برطانیہ کا سابق وزیر اعظم اور اُس وقت وزیر خارجہ تھا، یہودیوں کے وطن کے لیے برطانوی تجاویز کے حق میں اپنا سیاسی اثر و رسوخ استعمال کیا۔ بلیک سٹون اور امریکہ کے دوسرے صیہونیوں کے ساتھ، بالفور نے اعلان بالفور کی تائید حاصل کرنے کے لیے صدر ووڈرو ولسن پر اثر ڈالا تھا۔ اِس اعلان میں پہلی عالمی جنگ کے بعد یہودیوں سے قومی وطن کے لیے وعدہ کیا گیا تھا۔

دوسری عالمی جنگ اور ہٹلر کے مظالم نئی یہودی قوم کے لیے تائید حاصل کرنے میں مزید مدد ثابت ہوئے۔ کارل ہرمان ووس کی سرکردگی میں Christian Council on Palestine [مسیحی کونسل برائے فلسطین] ۱۹۴۰ء کے ابتدائی برسوں میں بتدریج مضبوط ہوئی۔ ۱۹۴۶ء میں مسیحی کونسل برائے فلسطین کے ایک دوسری تنظیم میں مدغم ہو جانے پر American Christian Palestine Committee [امریکی مسیحی فلسطین کمیٹی] وجود میں آئی جس کے ارکان میں رین

ہولڈنی بہر اور پال ٹلچ شامل تھے۔ ابھی "امریکی مسیحی فلسطین کمیٹی" کو وجود میں آئے دو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ اقوام متحدہ نے قیامِ اسرائیل کے حق میں ۱۳ کے مقابلے میں ۳۳ ووٹوں کے ساتھ قرارداد منظور کرلی۔ (رپورٹ: کرسچنٹی ٹوڈے)

سال رواں کے آغاز میں مسیحی صیہونیوں نے امریکی اخبارات میں پورے صفحے کا ایک اشتہار شائع کیا ہے۔ (مثال کے طور پر دیکھیے: واشنگٹن ٹائمز بابت ۲۷ جنوری ۱۹۹۲ء) اس اشتہار کی سرخی ہے "سات کروڑ مسیحی صدر بُش پر زور دیتے ہیں کہ اسرائیل کے لیے قرض منظور کیا جائے۔" تاکہ اسرائیل میں روسی یہودیوں کے لیے بستیاں بسائی جائیں۔ (شاید یہاں اسرائیل سے مراد مقبوضہ علاقے ہیں۔)

مسیحی صیہونی اسے اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں کہ اسرائیل کی حمایت کی جائے کیوں کہ یہ اُس وعدے کی تکمیل ہے جو خدا نے ابراہیم سے کیا تھا۔ "جو تجھے مبارک کہیں، اُن کو میں برکت دوں گا اور تجھ پر لعنت کرے اُس پر میں لعنت کروں گا۔" (پیدائش ۱۲ : ۳) مسیحی صیہونی امریکہ پر زور دیتے ہیں کہ وہ اسرائیل کا ساتھ دے اور دوسری اقوام سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ بھی ایسا کریں گی۔ اسرائیل کی حمایت میں سالانہ دعائیہ اجتماع کا انتظام کرنے والے ایک صاحب، میک اٹیر کا کہنا ہے کہ "تاریخ کا فیصلہ ہے کہ خدا تعالیٰ قوموں کے ساتھ ویسا ہی رویّہ اختیار کرتا ہے جیسا رویّہ اُن کا یہود کے ساتھ ہوتا ہے۔" میک اٹیر مزید کہتے ہیں کہ "برسوں سے امریکہ کو جو برکات حاصل ہیں، اس کا ایک سبب یہ ہے ہم نے اسرائیل کا ساتھ دیا ہے۔" اسرائیل کی حمایت کے لیے وہ دوسرے مسیحی گروپوں کا ساتھ دیتے ہیں جن میں Bridges of peace [امن کے پُل] انٹرنیشنل کرسچن ایمبیسی یروشلم، Friends of Jerusalem [احباب یروشلم] وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تنظیمیں ہر سال اسرائیل کو کروڑوں ڈالر کی امداد اور خدمات مہیا کرتی ہیں۔ اسرائیل کے ان حامیوں میں سے انتہا پسند قبۃ الصخرہ منہدم کر کے یہودی ہیکل تعمیر کرنے اور اسرائیل کی جغرافیائی حدود حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے عہد حکومت کی طرح وسیع کرنے کے حق میں دلائل دیتے ہیں۔ یہ سب گروہ یکجا طور پر امریکہ میں اسرائیل کی سیاسی حمایت کا ایک مؤثر بلاک ہیں اور یہ ایک ایسا حلقۂ اثر ہے جس کے ساتھ اعلیٰ اسرائیلی عہدے داروں کا مسلسل رابطہ رہتا ہے۔

۲ ان دنوں مسیحی صیہونیوں پر تنقید کرنے والوں میں مڈل ایسٹ کونسل آف چرچز شامل ہے جو ۱۷ مسیحی فرقوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ مڈل ایسٹ کونسل آف چرچز میں مشرق وسطیٰ کے تقریباً تمام بڑے بڑے فرقے شامل ہیں۔

مڈل ایسٹ کونسل آف چرچز ایسے تمام اقدامات کی مذمت کرتی ہے جو اس کے الفاظ میں "کسی

حکومت کی پالیسیوں کو جواز مہیا کرنے اور ایک ریاست کے قیام کو تقدّس عطا کرنے کے لیے بائبل کو غلط طور پر پیش کرنے اور مذہبی جذبات سے ناجائز فائدہ اٹھانے پر مبنی ہیں۔" کونسل نے دُنیا بھر کے دوسرے چرچوں سے اپیل کی ہے کہ وہ "مسیحی صیہُونیت پرستانہ عمل کی واضح تردید" کے لیے اُس کا ساتھ دیں۔ کیونکہ صحائف مقدّسہ کی یہ تشریح و توضیح سراسر بدعت و کفر ہے۔

اِن دنوں مسیحی صیہُونی سخت دباؤ تلے ہیں حتیٰ کہ وہ مسیحی مبشّرین کی تنقید کا بھی نشانہ ہیں۔ Evangelicals for Middle East Understanding(مبشّرین برائے تفہیم مشرق وسطیٰ) کے ڈون ویگنز کا کہنا ہے کہ "بائبل کے اسرائیل کو دور جدید کی اسرائیلی ریاست کے مماثل و مساوی بنانا، بائبل کی تعلیمات سے لگا نہیں کھاتا۔" ڈون ویگنز کی آواز کمزور ہے مگر مبشّرین کے حلقوں میں تیزی سے مقبول ہو رہی ہے۔ فلسطینیوں کے مصائب، فلسطین میں انسانی حقوق کی بُری حالت اور استفاضہ اِس فکری تبدیلی کا باعث ہیں۔ (بشکریہ ماہنامہ فوکس، لیسٹر- اپریل ۱۹۹۲ء)

ایشیا

پاکستان: طریق انتخاب، شریعت ایکٹ اور اسلامی جمہوری اتحاد — وفاقی وزیر مملکت برائے اقلیتی امور کا اظہارِ خیال

[پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" (لاہور) نے ۱۶ جون ۱۹۹۲ء کی اشاعت میں وفاقی وزیر مملکت برائے اقلیتی امور جناب پیٹر جان سہوترا کا انٹرویو شائع کیا ہے۔ اُنھوں نے "اسلامی جمہوری اتحاد" سے اپنے تعلق، طریق انتخاب اور شریعت ایکٹ کے حوالے سے جو گفتگو کی ہے، ذیل میں نقل کی جا رہی ہے۔]

"اسلامی جمہوری اتحاد" سے اپنے تعلق کے بارے میں انھوں نے کہا۔ "میں اسمبلی میں پوری مسیحی قوم کا نمائندہ ہوں۔ میں نہ تو آئی۔ جے۔ آئی (اسلامی جمہوری اتحاد) سے تعلق رکھتا ہوں اور نہ ہی مسلم لیگ سے۔ کیوں کہ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ میں آئی۔ جے۔ آئی کی حکومت میں ہوں۔ اس لیے میرا تعلق اُن سے ہے۔ لیکن ایسا نہیں، بلکہ میں نے آزاد نمائندے کے طور پر الیکشن میں حصہ لیا اور ابتدا ہی سے آزاد نمائندہ منتخب ہو کر اسمبلی میں آیا اور پوری قوم کے مفاد کی خاطر آئی۔ جے۔ آئی میں آیا ہوں۔"

اقلیتوں کے لیے طریقِ انتخاب کے حوالے سے جناب سہوترا نے واضح کیا کہ "جداگانہ انتخابات میں دو نظریات کے حامی لوگ تھے۔ ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد مسیحی نشستیں ختم کر دی